مہرِ منیر
سوانح حیات
حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب
نور اللہ مرقدہٗ

غرض ادائے نیاز است ورنہ حاجت نیست   کمالِ حشمتِ محمود را بعجزِ ایاز

مہرِ منیر

سوانح حیات

فانی فی اللہ باقی باللہ آیت من آیاتِ اللہ

حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

گولڑہ شریف۔ ضلع اسلام آباد

تالیف

مولانا فیض احمد صاحب مفتی وخطیب درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

باجازت

حضرت سیّد پیر غلام محی الدّین شاہ صاحب قدس سرہٗ

باہتمام

جناب سیّد پیر غلام معین الدین شاہ صاحبؒ وسیّد پیر شاہ عبدالحق شاہ صاحب مدظلہ العالی

○

بار یازدہم

مقامِ اشاعت ——— گولڑہ شریف، ضلع اسلام آباد

تاریخ اشاعت ——— شعبان ۱۴۲۵ھ، اکتوبر ۲۰۰۴ء

تعداد ——— چھ ہزار (۶۰۰۰)

خطاطی ——— خوشی محمد ناصر قادری خوشنویس خوش رقم جالندھری
تلمیذ پروین رقم، ۳۰۔ ایس ۵ ابنک کالونی سمن آباد لاہور

مطبوعہ ——— پرنٹنگ پروفیشنلز لاہور، فون: ۷۵۵۳۷۱۱

ھدیہ ——— ۱۵۰ روپے

——— ملنے کے پتے ———

① ——— کتب خانہ درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد
② ——— مکتبہ مہریہ درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد
③ ——— مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی
④ ——— ضیاء القرآن پبلی کیشنز داتا گنج بخش روڈ لاہور
⑤ ——— فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے درس میں حضرتؒ کی تقریر و حاجی صاحبؒ کی طرف سے عطائے سلسلۂ صابریہ

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ ایک روز مولوی محمد غازی کے ہمراہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر ہوئے۔ حاجی صاحب اس وقت مثنوی مولینا رُومؒ کا سبق دے رہے تھے۔ اثنائے سبق ایک ایسا شعر آیا جس میں آرزوئے وصل کی شدّت کا اظہار تھا۔ جناب لالہ جی صاحبزادہ غلام معین الدین مدظلہ العالی اپنے سفرنامہ ممالکِ عربیہ و رُوم ۱۹۴۹ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک معمر سیّد بزرگ اُنہیں ملے تھے جو اس واقعہ کے وقت درس میں حاضر تھے۔ وُہ کہتے تھے کہ شعر یہ تھا ؎

ہر کسے کو دُور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصلِ خویش

ایک شاگرد نے سوال کیا کہ مولینائے رُومؒ تو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ جہاں دُوئی کا تصور ہی نہیں۔ پھر یہ وصل کی تمنا چہ معنی دارد؟ حضرت حاجی صاحبؒ نے جواب میں کچھ فرمایا مگر دریافت کرنے والے کی تسلی نہ ہُوئی اور اُس نے پھر سوال کو دُہرایا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے عرض کیا کہ یہ طالب علم اپنے سوال کا مفہوم پُوری طرح ادا نہیں کر پا رہا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس کے سوال کا منشاء عرض کروں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا "کیا مضائقہ ہے"؟ جب حضرتؒ نے سوال کی وضاحت فرمائی کہ وصل ایک امرِ اضافی ہے جو دُوئی کا متقاضی ہے۔ حالانکہ وحدت الوجُود اس کے منافی ہے تو حضرت حاجی صاحبؒ کی طبیعت بھر آئی اور فرمایا کہ اچھا اب اس کا جواب بھی آپ ہی بیان فرمائیں۔

حضرتؒ نے عرض کیا وصل کے معنی ہستیِ موہُومہ کو مٹانا ہے۔ غیریت کی نفی نفس الامر میں ہے اور حقیقت میں محبُوبِ حقیقی کے بغیر کوئی غیر موجُود نہیں۔ مگر وہم کے غلبہ سے تغائر پیدا ہو گیا ہے اور وُہ اُس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک فنائے کامل حاصل نہیں ہوتی۔ طلب اور عشق کے تمام منازل میں ایک وہمی غیریت باقی رہتی ہے۔ اس لیے فراق بھی ہوتا ہے اور وصال کی طلب بھی ہوتی ہے ؎

میں جبھی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی ‏ ‏ ‏ ‏ جو نمُودِ حق سے مٹ جاتا ہے وُہ باطل ہُوں میں

حضرتؒ نے اپنی جوابی تقریر کو خواجہ حافظؒ، مولینائے رُومؒ اور دیگر عُرفاء کے کلام از قسم

تُو مباش اصلا کمال این است وبس ‏ ‏ ‏ ‏ زو در دگم شو وصال این است وبس

اور حضرت شیخ اکبرؒ کے برجستہ ارشادات سے مزیّن و مرصّع کر کے کچھ ایسے پُرکیف انداز میں ادا فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہؒ وجد میں آ گئے اور آپ کو بے حد رقت ہُوئی۔ کچھ دیر کے بعد جب طبیعت سنبھلی تو کمرہ کے اندر تشریف لے گئے اور اپنا سلسلۂ چشتیہ صابریہ لا کر حضرتؒ کو عنایت فرمایا اور کہا کہ اگرچہ آپ کو اس کی حاجت نہیں۔ مگر میں چاہتا ہُوں کہ آپ کی وجہ سے شمالی ہند میں میرے سلسلہ کی بھی ترویج ہو۔ حضرتؒ فرماتے تھے میں نے عرض کیا آپ کی عنایت کا شکریہ مجھے طوافِ کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی۔ اگر ہو سکے تو اس قدر مہربانی فرمائیں کہ خُدا کرے یہ ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا میں بھی تقریباً تیس سال سے ایسی ہی کیفیت میں مُبتلا ہُوں۔ جناب بابُوجی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ دورانِ درس ایک دفعہ حضرتؒ نے اس کیفیت کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ جس شخص کا مطمح نظر ذات ہو وُہ آثار و افعال اور صفات کی طرف

متوجہ نہیں ہوتا ہے ؎

عشق آں شعلہ است کہ چُوں بر فروخت ہر چہ جُز معشوق باقی جُملہ سوخت

حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب مَیں عرب شریف سے واپس آیا تو ایک مدت کے بعد دیوان سید محمد سجادہ نشین پاک پتن شریف کے تقاضا پر سلسلہ چشتیہ صابریہ کے وظائف اُنہیں تلقین کیے۔ اُس وقت حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس عطیہ کی حکمت معلوم ہُوئی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ عرب شریف کے قیام کے دَوران ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ مجھے اُسی جگہ رہائش اختیار کر لینے کا خیال پیدا ہوگیا۔ مگر حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمُودار ہوگا جس کا سدِباب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اُس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی عُلمائے عصر کے عقائد محفُوظ رہیں گے اَور وُہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا۔ جیسا کہ آپ کی تصانیف و ملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ پر بعد میں انکشاف ہُوا کہ اِس فتنہ سے مُراد قادیانیت تھی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی اِن عنایات پر اُن کے بعض متوسّلین کا ردِّ عمل

جناب بابُوجی کا اِرشاد ہے کہ حضرتؒ فرماتے تھے جب میں حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو اُس وقت ہندوستان کے چار مشہُور عُلما بھی حاضرِ درس تھے۔ میری تقریر اَور حضرت حاجی صاحبؒ کی جوابی مہربانی کو اُنہوں نے کچھ محسُوس کیا اَور مجھ سے ایک منطقی سوال پُوچھا۔ میں نے کہا "میاں یہاں تو ایک باخُدا انسان کی مجلس ہے۔ یہاں سے کچھ حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ مناظرہ کا مقام نہیں۔ اگر آپ حضرات کو مناظرہ کا اتنا ہی شوق ہے تو فلاں مقام پر آکر مجھ سے گفتگو کیجیئے گا اَور اگر میرے پاس آنا مُناسب نہ سمجھیں تو میں خود آپ کے مقام پر حاضر ہو جاؤں گا۔ اِس پر وُہ خاموش ہو گئے۔

حضرت حاجی اِمدادُ اللہؒ مہاجر مکّیؒ اَور آپ کا مسلک

حضرت حاجی امداد اللہؒ ۱۲۲۳ھ ہجری یعنی ۹-۱۸۰۸ء عیسوی میں بمقام قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پُور پیدا ہُوئے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریز حکومت کے خلاف ہندوستان میں جہاد میں حصّہ لیا۔ ۱۲۷۶ھ یعنی ۶۰-۱۸۵۹ء میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر مکّہ معظمہ میں رہائش اختیار کی اَور وہیں ۱۳۱۷ھ یعنی ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء میں رحلت فرما کر اپنے دیرینہ رفیق اَور دینی و سیاسی معاون حاجی رحمت اللہ مہاجر مکّی کے پہلو میں دفن ہُوئے۔ آپ بلادِ عرب میں شیخ العرب والعجم کے لقب سے موسُوم تھے۔ دیوبندی مکتبِ فکر کے اکثر و بیشتر عُلماء کو آپ سے ارادت ہے۔ گو بعض مسائل میں اُنہیں حاجی صاحب سے اختلاف بھی رہا۔ مگر مولینا احمد حسن کانپوریؒ، مولینا لطف اللہ علیگڑھیؒ، مولینا محمد حسینؒ الٰہ آبادی اَور بہت سے دیگر آپ کے متوسلین عُلمائے کرام آپ کے مسلک کے پُوری طرح پابند رہے۔ مسئلہ وحدت الوجُود میں حاجی صاحب کا مسلک "امداد المشتاق" کے مندرجہ ذیل الفاظ سے واضح ہوتا ہے :-

یہ مسئلہ (وحدت الوجود) حق و صحیح مُطابق للواقع ہے۔ اِس مسئلہ میں کچھ شک و شُبہ نہیں۔ معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے۔ مگر قال و اقرار نہیں، البتہ حال و تصدیق ہے یعنی اِس مسئلہ میں تیقن اَور تصدیقِ قلبی کافی ہے اَور استتار اِس کا لازم اَور افشا ناجائز ہے۔ کیونکہ اسباب ثبوت اِس مسئلہ کے کچھ نازک ہیں، بلکہ بحد دقیق

کہ فہمِ عوام بلکہ فہمِ عُلمائے ظاہر میں کہ اِصطلاحِ عُرفا سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اَور دُوسرے کو سمجھانا کب ممکن ہے۔"

فتُوحاتِ مکیّہ" کے حصُول میں تائیدِ غیبی

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ فرماتے تھے کہ مکۂ معظمہ میں کتاب "فتُوحاتِ مکیّہ" کے مطالعہ کا شوق پیدا ہُوا۔ ایک کُتب فروش نے اس کی قیمت چالیسؔ ریال بتائی جو میرے پاس نہ تھے۔ اِسی خیال میں بیٹھا تھا کہ ایک اجنبی افغان نے حرم شریف میں آکر چالیس ریال پیش کیے۔ وجہ پُوچھی تو کہنے لگا کہ اِس وقت میرے دِل میں خود بخود خیال پیدا ہُوا ہے کہ یہ رقم آپ کو پیش کرُوں۔ چنانچہ اُس کے اصرار پر وُہ چالیس ریال قبول کر لیے اَور اشارۂ غیبی سمجھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہُوئے جاکر کتاب خرید لی جو ہمیشہ زیرِ مطالعہ رہی۔

حضرتؒ کے رئیس الحجّاج ہونے کے متعلق ایک بزرگ کا کشفی مشاہدہ

جس سال آپ حج پر گئے تھے اُسی سال حضرت سیّد لعل شاہ نقشبندی دندہ شاہ بلاول ضلع کیمبل پُور حج کے لیے گئے تھے۔ جناب مولینا محمد غازی اَور سیّد چانن شاہ جاوی نے اُن کو کہتے سُنا کہ میں نے بیتُ اللہ شریف اَور پھر عرفات میں بھی مراقبہ کر کے معلوم کرنا چاہا کہ اِس سال اولیائے حاضرین میں سے رئیس الحجاج کا منصبِ جلیلہ کسے عطا ہُوا ہے تو حرم شریف میں مَیں نے خانۂ کعبہ کو حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ کے گرد طواف کرتے دیکھا اَور عرفات میں لوگوں کے حج آپ کے ہی توسّل سے بارگاہِ الٰہی میں پیش ہو کر مقبول ہوتے نظر آئے۔ اِس لیے سمجھ گیا کہ اِس سال آپ ہی اِس باطنی منصبِ عالی پر فائز المرام ہیں۔ جناب بابوجی مدظلّہ العالی فرماتے ہیں کہ اِن ہی سیّد لعل شاہ کے خاندان میں سے ایک صاحب سخت بیمار ہُوئے اَور چُونکہ اِس گھرانے کو مندرجہ بالا واقعہ کی بناء پر حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ سے عقیدت تھی اِس لیے وُہ گولڑہ شریف میں دُعائے صحت کے لیے آئے اَور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں شفا بخشی۔ اُن کی زبانی بھی میاں عبداللہ وغیرہ خدّامِ لنگر شریف نے اُس مراقبہ کا ذکر سُنا تھا۔

بیتُ اللہ شریف اَور دیارِ صاحبِ لولاکؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے وقت ایک عام مُسلمان کے ذوق و شوق کی جو کیفیت ہوتی ہے وُہ ہی بیان میں نہیں آسکتی تو اولیاء اللہ کی کیفیات کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی یہ حضرات مامُور من اللہ ہو کر یا وارداتِ قلبی کے تحت مصلحتاً اپنے جمالِ حال کے کسی گوشہ سے خود ہی پردہ اُٹھا دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرتؒ کے عشق و نیاز کی ایک معمُولی جھلک آپ کی اِس مشہُور و مقبُول نعت میں بھی پائی جاتی ہے۔ جو "اج سِک متراں دی ودھیری اے" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے اَور جس کا ایک مصرعہ "کِتّھے مہر علی کِتّھے تیری ثنا گُستاخ اکھیں کِتّھے جا اڑیاں" بھی ہے۔

حضرت نے اِس غزل میں اُس کیفیت کا نقشہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو وادیٔ حرامین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدارِ پُرانوار سے مشرف ہونے پر رُونما ہُوئی تھی۔ اِس واقعہ کے متعلق آپ کے کاغذات میں سے آپ کی ایک قلمی تحریر بھی دستیاب ہُوئی ہے جو یہاں درج کی جاتی ہے۔